سانحہ لال مسجد وجامعہ حفصہؓ، حقائق کیا ہیں؟؟

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

[لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خونی آپریشن پر عالم اسلام سوگوار ہے۔ الیکٹرانک میڈیا نے خصوصاً اس موقع پر علماء ومدارس کے خلاف ناپسندیدہ سوچ قوم کو دینے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے فضا مسموم بھی ہے اور حالات کے منظر عام پر نہ ہونے کی وجہ سے مشکوک بھی، جس کے نتیجہ میں قوم مغموم ہے۔ جامعہ خیر المدارس ملتان کے مدیر اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے 20 جولائی کو نماز جمعہ سے پہلے جامع مسجد خیر المدرس ملتان میں خطاب فرمایا۔ قارئین کے افادہ کے لیے اس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔..................................(ادارہ)]

انتہائی غم زدہ اور افسردہ دِل کے ساتھ دُکھوں بھری کہانی جو کہ آپ بیتی ہے آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ کئی دِن کی بے آرامی، بے خوابی، صدمے، دُکھ درد، مسلسل دِن رات کی محنت، کوشش، تگ ودو کے ساتھ ان چند گزرے ہوئے دِنوں اور راتوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے زبان لڑکھڑا رہی ہے۔

وطنِ عزیز پاکستان اور عالم اسلام کے تمام مسلمان اس وقت شدید صدمے اور غم سے دوچار ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ میری گذارشات کو توجہ اور غور وفکر سے ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد جہاں تک ہوسکے آگے پہنچائیں۔ حکومت اور مخالفین کے پاس پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی صورت میں ہتھیار ہے، جس کے ذریعے مسلسل بہت سی باتیں خلاف واقعہ بیان اور نشر کی جارہی ہیں، اُس کا کوئی مؤثر توڑ میرے اور آپ کے پاس نہیں۔ ہمارے پاس سب سے بڑا اشتہار عوام ہیں۔ یکطرفہ پروپیگنڈہ کے ذریعے ذہنوں کو خراب کیا جارہا ہے، دِلوں کو بدلنے کی ناپاک اور ناکام کوشش کی جارہی ہے۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے متعلق چونکہ اب تک جو حالات پیش آئے اُن سے میں براہِ راست ایک حد تک وابستہ رہا ہوں، مذاکرات، بات چیت اور مصالحت کی کوششوں میں شریک رہا ہوں۔ اس لیے اس کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔

لال مسجد اور جامعہ حفصہ کا محاصرہ: ۳/ جولائی ۲۰۰۷ء بروز بدھ لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کے خلاف مسلح

آپریشن شروع ہوا۔ احقر اس وقت برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں تھا۔ جب میں پاکستان آنے کے لیے روانہ ہو رہا تھا تو پتہ چلا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اور ہوائی فائرنگ شروع ہو گئی ہے، پولیس اور رینجرز وہاں پہنچ گئے ہیں۔ بدھ کی شام ملتان پہنچتے ہی میں نے علماء کرام سے ٹیلی فون پر رابطے شروع کئے کہ اس موقع پر ہم کیا کر سکتے ہیں اور کس طرح ممکنہ خون ریزی کو روک سکتے ہیں۔ راولپنڈی اور اسلام آباد کے علماء سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں جو کوششیں کر رہے ہیں اس کو مزید تیز کر دیں۔ جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دِن تک وہ کوششیں کرتے رہے، آپریشن بھی جاری رہا اور وہ اپیل کرتے رہے کہ آپریشن بند کرو مگر حکومت کی طرف سے یہ آپریشن چلتا رہا اور الزام یہ لگایا جاتا کہ ابتداء فائرنگ لال مسجد والوں کی طرف سے ہوتی ہے اور جواباً ہم کرتے ہیں جبکہ واقعہ اس طرح نہیں تھا۔

علماء کرام کا اجتماع اور حکومت سے مذاکرات کا آغاز : آپس میں مشاورت کے بعد علماء نے یہ طے کیا کہ ہمیں فوراً اسلام آباد پہنچ کر اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے، چنانچہ اتوار کے دِن ملک کے اہم اور جید علماء کرام اسلام آباد پہنچ گئے۔ ان میں وفاق المدارس کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، دارالعلوم کراچی کے مہتمم مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے سربراہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، جامعۃ الرشید کراچی کے مفتی محمد صاحب، جامعہ بنوریہ کراچی کے مفتی محمد نعیم صاحب، اشرف المدارس کراچی کے مہتمم مولانا حکیم محمد مظہر صاحب، گوجرانوالہ سے جامعہ نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب اور راولپنڈی و اسلام آباد کے علماء میں سے مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب، قاضی عبدالرشید صاحب اور دیگر علماء کرام شامل تھے۔ ہم نے جانے کے فوراً بعد حکمران جماعت مسلم لیگ کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین سے ملاقات کی اور اُس ملاقات میں ان سے کہا کہ آپ فوری طور پر آپریشن کو بند کروائیں اور بات چیت سے معاملات کو حل کریں۔ گولیاں چلانا بند کر دیں اور بہت سخت الفاظ میں یہاں تک بھی کہا کہ حکومت امریکہ کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں اور پاکستانیوں کو قتل کر رہی ہے۔ حکومت ملک کی سرحدوں کی حفاظت تو کر نہیں سکی۔ کشمیر کے لیے لڑنے سے انکاری ہے جبکہ باجوڑ کے مدرسے سے لے کر اسلام آباد کے جامعہ حفصہؓ و لال مسجد تک اپنے ہی مسلمانوں کو مارنے کے لیے شیر نظر آتی ہے۔ علماء نے اُن پر زور دیا کہ اس آپریشن کو فوراً روکیں اور ہم لوگ بات چیت کے لیے آئے ہیں جس کے ذریعے ممکنہ خون ریزی کو روکنا چاہتے ہیں۔ اس مجلس میں کچھ وزراء بھی موجود تھے۔ چوہدری شجاعت حسین نے وعدہ کیا کہ میں پہلے بھی کوشش کر رہا ہوں، اب بھی صدر اور وزیر اعظم سے بات چیت کر کے آپ حضرات کو جواب دیتا ہوں۔ ہماری یہ ملاقات تقریباً دو اڑھائی گھنٹے جاری رہی۔

علما کی وزیر اعظم اور دیگر حکومتی وزرا سے ملاقات : اتوار کے دِن شام کو ہماری وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق سے اسی موضوع پر تفصیلی بات چیت ہوئی اور ہم نے اُن پر بھی سخت الفاظ میں دباؤ ڈالا کہ آپ فوراً حکومت سے بات چیت کریں اور آپریشن بند کروائیں۔ رات کو تقریباً دو بجے تک جواب کا انتظار کرتے رہے، جاگتے رہے، آپس میں مشورہ کرتے رہے۔ پیر کے روز دو پہر دو بجے وزیر اعظم شوکت عزیز سے ہماری ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں چوہدری شجاعت حسین کے علاوہ بعض وفاقی وزراء بھی موجود تھے، بہر حال آپس میں بات چیت کے نتیجے میں ہمارے درمیان کئی

باتیں اُصولی طور پر طے ہوگئیں اور یہ فیصلہ ہوا کہ آج شام چھ بجے ہم اِن طے شدہ باتوں کی تفصیلات اور طریقہ کار طے کرنے کے لیے دوبارہ اکٹھے اور جمع ہوں گے۔

مجلس کے اختتام پر میں نے وزیر اعظم سے کہا کہ تمام اختیارات صدر پرویز مشرف کے پاس ہیں، ہم اُن سے بھی ملنا چاہتے ہیں تاکہ ہم اس بات کا اطمینان کرلیں کہ ہماری ان صلح کی کوششوں میں صدر پرویز مشرف بھی شامل ہیں اور اگر وہ تیار نہیں ہیں تو ہم اُن کو بھی تیار کرنے کی کوشش کریں اور اپنا مؤقف بتائیں۔ ہمارا خیال تھا کہ تمام اختیارات صدر پرویز مشرف کے پاس ہیں، کسی وزیر کے پاس اور کسی بھی عہدے دار اور کسی بھی شخص کے پاس حتیٰ کہ وزیر اعظم کے پاس بھی وہ اختیار نہیں' تو وزیر اعظم مجھ سے کہنے لگے کہ مولانا حنیف جالندھری! ہم صدر سے میٹنگ کرنے کے بعد یہاں آئے ہیں اور انہوں نے ہمیں اختیار دیا ہے کہ آپ علماء سے مشورے کے بعد اس مسئلے کا حل نکال لیں۔ لہٰذا جو بات ہم کر رہے ہیں یہی بات ان کی ہوگی اور آپ کو فی الحال اُن سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ جو باتیں اُصولی طور پر طے ہوگئیں آپ شام کو بیٹھ کر ان کا طریق کار طے کریں۔

علماء، حکومت اور غازی مرحوم کے درمیان باضابطہ مذاکرات :شام کے وقت تقریباً ساڑھے پانچ بجے ہم لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کے بالکل قریب پہنچے اور وہاں جاکر بذریعہ ٹیلی فون ہمارا رابطہ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ سے شروع ہوا۔ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کن علماء پر اس وقت اعتماد ہے جو اس وقت آپ سے بات چیت کریں اور وہ آپ کے پاس آنا چاہیں تو آئیں اور حکومت کے ساتھ بھی بات چیت کریں، تو انہوں نے ٹیلی فون پر اپنے نمائندے (مولانا فضل الرحمٰن خلیل) کو سات آدمیوں کے نام لکھوائے :

ا۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ۳۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب ۴۔ حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن، راولپنڈی ۵۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، بنوری ٹاؤن، کراچی، ۶۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب ۷۔ محمد حنیف جالندھری۔

ان سات آدمیوں کے نام انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن خلیل (جو ان کے نمائندہ تھے) کے ذریعے ہمارے پاس بھجوائے جبکہ اس سے قبل وزیر اعظم کی ملاقات میں وفاقی وزیر مملکت طارق عظیم نے بھی یہی سات نام پڑھ کر سنائے۔ اور یہ مولانا عبدالرشید غازی شہید مرحوم نے حکومت کے رابطہ کرنے پر انہیں لکھوائے تھے۔

چنانچہ ہم شام کو جب جمع ہوئے تو ہم نے طے کیا کہ ہم لال مسجد جاکر مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ سے براہِ راست بات کرتے ہیں لیکن حکومت نے ہمیں روک دیا کہ ہم آپ کو وہاں جانے کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ اُن کے ساتھیوں میں سے ہوسکتا ہے کوئی فائرنگ کردے یا آپ کو بھی وہاں یرغمال بنالیا جائے۔ ہم نے انہیں یقین دلایا کہ اگر ہمیں گولی لگ گئی یا انہوں نے ہمیں یرغمال بنالیا تو ہم آپ کو لکھ کر دینے کے لیے تیار ہیں کہ اس کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے، آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی لیکن انہوں نے اس کے باوجود کہا کہ ہمارے ذمہ داری ہے، ہم آپ کو آگے نہیں جانے دیں گے، چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا تو بعض علماء کی یہ رائے ہوئی کہ اب ہمیں اس پر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہم

ان سے بحث کریں کہ ضرور جانے دیں اور جانے نہیں دیں گے۔ اس طرح وقت ضائع ہوگا، ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ چنانچہ ہم مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ سے ٹیلی فون پر رابطے میں رہیں اور ہم جو باتیں وزیراعظم کی ملاقات میں اصولی طور پر طے ہوئی تھیں ان کو لکھ لیں اور تفصیلات اور طریق کار طے کر لیں۔ جب ساری باتیں طے ہو جائیں گی تو پھر وہاں چلے جائیں گے۔

غازی مرحوم، علماء اور حکومت کے درمیان طے شدہ مصالحتی فارمولا: باقاعدہ مذاکرات میں چوہدری شجاعت حسین، وفاقی وزیر اعجاز الحق، وزیر اطلاعات محمد علی درانی، وزیر مملکت طارق عظیم اور چوہدری شجاعت حسین کے بھائی چوہدری وجاہت حسین حکومت کی طرف سے تھے اور علماء کی طرف سے مفتی محمد رفیع عثمانی، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا زاہدالراشدی، مولانا سلیم اللہ خان کے صاحبزادے ڈاکٹر عادل خان اور احقر شامل تھے، شام چھ بجے سے لے کر رات کے ساڑھے دس بجے تک ہمارے درمیان بات چیت اور مسلسل ٹیلی فون پر حضرت مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ بھی ہم سے بات چیت کرتے رہے۔ اس دوران انہوں نے موبائل کی بیٹریاں ختم ہونے کی بات کی جس پر ہم نے انؒ کے پاس موبائل سیٹ بھجوائے جتنی دیر ہماری بات چیت ہو رہی تھی مکمل طور پر دونوں طرف سے فائرنگ بند رہی، آخر کار علماء اور حکومت کے درمیان ایک صلح کا فارمولا طے ہو گیا اور اس کو دو حضرات نے مل کر لکھا، حکومت کی طرف سے وزیر مملکت طارق عظیم اور ہماری طرف سے مولانا زاہد الراشدی۔ ایک ایک لفظ اور سطر پر ہم سب لوگوں کی بحث ہوتی تھی، مشورے اور اتفاق سے وہ تحریر لکھی گئی، سنائی گئی، دونوں فریقوں اور مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے اس کو قبول کیا اور اس کو مان لیا۔

جب وہ تحریر لکھی گئی تو ہم بڑے خوش ہو گئے، ہمارے چہروں پر خوشی آ گئی، پوری دنیا کا میڈیا رابطہ کر رہا تھا، ہم انہیں یقین دلا رہے تھے، قوم دعا کرے ہم ان شاء اللہ کوئی اچھی خبر عنقریب دیں گے، یہاں تک بھی بات آئی کہ اب ہم تھوڑی دیر بعد لال مسجد جائیں گے اس معاہدے پر عمل درآمد کرانے کے لیے کہ کئی دن سے وہ بھوکے ہیں، ان کا پانی بند ہے، خوراک بند ہے تو ہم اپنے ساتھ ان کے لیے کھانا لے کر جائیں گے۔ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے کہا کہ کئی دن سے کچھ کھایا نہیں، آپ آئیں تو اپنے ساتھ کچھ کھانا بھی لے کر آئیں۔'' چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ فوراً حکم دیا کہ بیس دیگیں جلدی سے کہیں سے انتظام کر لو۔ گاڑیوں کا انتظام کریں۔ ان حضرات کو وہاں سے لانا ہے۔ بڑی خوشی خوشی ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے ہیں، بزرگ بھی دعائیں کر رہے ہیں، خوش ہو رہے ہیں، یعنی ایک امید بندھ گئی۔

حکومتی ٹیم کی طرف سے ایک غیر معقول اصرار: حکومتی ٹیم کے لوگ اسی مکان میں کچھ دیر کے لیے باہر گئے اور پانچ منٹ بعد آ کر کہا کہ یہ جو فیصلہ ہوا ہے آپ اس کی تحریر ہمیں دیں ہم ذرا اس کو صدر صاحب کے پاس لے کر جاتے ہیں تاکہ صدر صاحب سے اس کی منظوری لے آئیں۔ ہمیں ان کا یہ اصرار بڑا عجیب لگا۔ ہم نے کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کے پاس اختیار موجود ہے اور آج دوپہر وزیراعظم سے بھی یہ باتیں طے ہو گئی تھیں جو ابھی لکھی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ باتیں طے ہیں یہ صرف ایک رسمی کارروائی ہے، ذرا ہم ان کو بھی یہ تحریر سنا آئیں اور صدر سے بھی منظوری لے آئیں اور ہم آدھے گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔ ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ جائیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ آپ کامیاب لوٹیں۔

مذاکرات کیسے ناکام ہوئے؟: آدھے گھنٹے کی بجائے دو گھنٹے کے بعد تقریباً پونے ایک بجے وہ واپس آئے۔ جب یہ واپس آئے تو ان کے چہرے اترے ہوئے تھے، گئے تھے تو بڑے حوصلے، خوشی اور اُمید کی حالت میں تھے لیکن جب آئے تو ان کے چہرے اترے ہوئے، رنگ بدلا ہوا اور آتے ہی ہم سے یہ کہا کہ جو آپ نے مسودہ تحریر کیا تھا اس کی بجائے یہ ایک صفحہ جس پر تین نکات لکھے ہوئے تھے یہ وہاں پر منظور ہوا ہے۔ صدر صاحب کے وزیراعظم بھی تھے، میٹنگ ہوئی اور اس میں انہوں نے ان باتوں کی منظوری دی ہے۔ یہ آپ اب عبدالرشید غازی شہیدؒ سے پوچھ لیں، اگر ان کو منظور ہے تو ٹھیک، ہاں یا نہ میں جواب اور وہ بھی صرف آدھے گھنٹے میں اگر منظور ہے تو ٹھیک وگرنہ آدھے گھنٹے کے بعد آپریشن شروع ہو جائے گا۔

ہم نے جب اُس کو پڑھا تو اس میں وہ بنیادی باتیں تبدیل کر دی گئی تھیں جو اس سے پہلے مسودے میں حکومت نے اور ہم نے مل کر لکھی تھیں، اور اس پر ہم نے مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کو بھی راضی کیا تھا وہ باتیں اس نئے مسودے میں تبدیل ہو گئی تھیں۔

متفقہ فارمولا میں یہ تحریری تھا کہ مولانا غازی عبدالرشید شہیدؒ کو ان کے خاندان اور ذاتی سامان سمیت ان کے گاؤں کے گھر میں بحفاظت منتقل کر دیا جائے گا لیکن نئی تحریر میں جو الفاظ درج کئے گئے ان کا مطلب کسی گھر میں ان کی منتقلی اور ان کے خلاف قانونی کارروائی تھا۔

متفقہ فارمولا میں یہ طے پا گیا تھا کہ جامعہ حفصہؒ اور لال مسجد میں موجود طلبہ اور دیگر افراد جو مولانا عبدالرشید غازیؒ کے ہمراہ باہر آئیں گے، محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے بعد ان کے معاملات کی انکوائری کی جائے گی اور جو افراد جامعہ حفصہ کا تنازعہ شروع ہونے سے قبل کسی کیس میں مطلوب نہیں ہوں گے انہیں ان کے گھر بھجوا دیا جائے گا جبکہ مطلوب افراد کے معاملات قانون کے مطابق عدالتوں کے ذریعے طے کیے جائیں گے مگر نئے فارمولے میں اسے تبدیل کر دیا گیا۔

متفقہ فارمولا میں یہ لکھا گیا تھا کہ مولانا عبدالرشید غازیؒ کے الگ ہو جانے کے بعد لال مسجد کا انتظام محکمہ اوقاف اسلام آباد کے سپرد ہوگا اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق المدارس کے کنٹرول میں دے دیا جائے گا اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ سے متعلقہ قانونی معاملات اور لال مسجد کے انتظامی امور حکومت اور وفاق المدارس کے باہمی مشورے سے طے ہوں گے۔ اس شق کو بھی تبدیل کر دیا گیا۔

اب آپ بتائیں ہمارے مسودے اور اس مسودے میں فرق ہے یا نہیں؟ ہمارے مسودے میں (جس کو حکومت نے بھی مانا تھا، صرف ہمارا نہیں تھا، حکومت کا بھی تھا) قانون کے مطابق کارروائی کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ کوئی مقدمہ، کوئی عدالت، کوئی قانونی کارروائی نہیں۔ ہمارے مسودے میں یہ تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کے ساتھ جتنے اور لوگ ہیں ان تمام کے خلاف چھ ماہ پہلے جب لائبریری پر قبضہ ہوا اور اس سے جھگڑا شروع ہوا۔ اس کے بعد سے جتنے مقدمے بنے گورنمنٹ نے بنائے وہ سب مقدمے ختم، اس سے پہلے کا اگر کوئی مقدمہ کسی کے خلاف ہوگا تو اس میں اسے گرفتار کیا جائے گا، لیکن لائبریری پر قبضے کے بعد سے جتنے مقدمے بنے آنٹی شمیم کا مقدمہ ہو، کوئی مقدمہ بھی ہو وہ سارے مقدمے ختم ہو جائیں گے۔ ہم نے یہ منوایا، اس کو گورنمنٹ مان گئی مگر جو نیا مسودہ آیا اس میں یہ تھا کہ طلبہ اور لوگوں کے خلاف جتنے مقدمات ہیں ان مقدمات میں ان کے خلاف عدالتی کارروائی کی جائے گی۔

کیا مذاکرات غازی مرحوم کی ضد کے باعث ناکام ہوئے؟: جمعرات کو مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ساتھ ٹیلی فون پر بات ہوئی جس میں حضرت مفتی صاحب نے ان سے کہا کہ صورت حال سنگین ہوگئی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ یہ ہم صلح کی کوشش کر کے آپریشن کو رکوائیں لہٰذا آپ ہمیں اپنا لائحہ عمل بتائیں تاکہ ہم اس پر بات آگے چلائیں۔ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے پہلی بات یہ کی کہ ہم دونوں بھائی جامعہ فریدیہ اور جامعہ حفصہؓ دونوں کے اہتمام سے دستبردار ہونے اور انہیں وفاق المدارس کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہم دونوں بھائی لال مسجد کی امامت و خطابت سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اسی طرح ہم اسلام آباد میں رہائش چھوڑنے اور ہمارے پاس جتنا اسلحہ ہے علماء کی موجودگی میں ہم اسے حکومت کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ان سب کے بدلے حکومت ہمیں محفوظ راستہ دے۔

مفتی صاحب نے کہا کہ آپ نظر بندی قبول کرلیں، آپ کو کسی گھر میں نظر بند کر دیا جائے، انہوں نے کہا کہ میں اس کے لئے تیار نہیں اور اس کی بنیادی وجہ ان کا حکومت پر عدم اعتماد تھا کہ یہ میرے ساتھ پھر کیا کریں گے۔ یہ باتیں چونکہ وہ کہہ چکے تھے تو جب ہم حکومت سے بات چیت کر رہے تھے تو ہم نے اسی بناء پر اپنے مسودے میں یہ لکھا تھا کہ جامعہ حفصہؓ اور جامعہ فریدیہ وفاق المدارس کے حوالے ہوں گے اور جامعہ حفصہؓ کے جو قانونی معاملات ہیں (کیونکہ گورنمنٹ کا دعویٰ ہے کہ کچھ حصہ اس کا غیر قانونی بنایا گیا ہے) وہ وفاق المدارس حکومت سے مل کر طے کرے گا اور لال مسجد حکومت کے سپرد ہو جائے گی اور اس کے خطیب اور امام کا فیصلہ "وفاق" کے مشورے سے ہوگا۔ یہ بات بھی ہم نے لکھی، مگر یہ جو نیا مسودہ آیا اس میں انہوں نے جامعہ فریدیہ کا بالکل ذکر چھوڑ دیا اور جامعہ حفصہؓ کے بارے میں یہ لکھا کہ جامعہ حفصہؓ کا فیصلہ حکومت وفاق المدارس اور حکومت کے دیگر ادارے اور اوقاف مل کر کریں گے۔ جب یہ مسودہ تبدیل شدہ آیا (ہمیں یہ اندازہ تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ اس کو نہیں مانیں گے کیونکہ ہم نے محنت کر کے ان کو جس بات پر تیار کیا یہ اس کے خلاف ہے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ آپ یہ معاہدہ مولانا کو ٹیلی فون پر سنا دیں، اگر وہ مان جائیں تو ہمیں کیا اعتراض ہے؟ ہمیں خوشی ہوگی اور اگر وہ نہیں مانتے تو ہم ان کو مجبور نہیں کر سکتے اس لئے کہ ہم نے جو باتیں منوائی تھیں یہ اس کے خلاف ہے۔

غازی مرحوم کا تبدیل شدہ فارمولا ماننے سے انکار: مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کو ہماری موجودگی میں یہ نیا مسودہ سنایا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مجھے قبول نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ میں پہلے ہی کہتا تھا کہ حکومت دھوکہ دے گی۔ احقر محمد حنیف نے وہاں چوہدری شجاعت حسین سے کہا کہ آپ لوگوں نے واپس آ کر ہم سے یہ کہا کہ یہ مسودہ منظور ہوا ہے اور اس میں تبدیلی کا اختیار نہیں، ہاں یا نہ میں جواب اور آدھا گھنٹہ ہے، صلح کی کوششیں ہو رہی ہوں تو پھر اس طرح کے دھمکی کے الفاظ استعمال نہیں کئے جاتے، یہ انداز غلط ہے۔ یہ طریق کار غلط ہے، اس میں تو کچھ مانو اور کچھ منواؤ والی بات چلتی ہے۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ آدھا گھنٹہ ہے، ہاں یا نا میں جواب دو یہ تو صلح کی بات نہ ہوئی۔ مولانا فضل الرحمان خلیل جو کہ ایک متحرک ساتھی اور ان کے نمائندہ تھے انہوں نے مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کو ٹیلی فون پر یہ سنایا تھا تو انہوں نے غازی صاحب سے کہا کہ چلو کوئی بات نہیں آپ مان لیں۔ غازی صاحب نے کہا کہ اس کو ہم نہیں مانتے۔

حکومتی رویے کے باعث علماء کی مایوسی: ہم مایوس ہو کر، نا امید ہو کر واپس آگئے اس لئے کہ اب وہاں پر رکنے

کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جن سے بات چیت کر رہے تھے ان کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا، جن کے پاس اختیار تھا وہ ہماری بات سننے اور ماننے کو تیار نہیں تھے۔ ہم آ گئے۔ مولانا فضل الرحمان خلیل وہیں رہے۔ ہمارے دس پندرہ منٹ بعد چوہدری شجاعت حسین بھی مولانا فضل الرحمان خلیل کے ساتھ واپس آ گئے۔ وہاں سے آنے کے بعد ہم نے مشورہ کیا کہ اب تک کی جو صورت حال ہے کیا ہم وہ ٹیلی ویژن پر بتا دیں یا ابھی نہ بتائیں؟ تو ہمارے درمیان یہ مشورہ ہوا کہ ابھی ہم نہ بتائیں کہ کیا ہوا؟ کیوں...... ؟ جب ہم آئے تو آخری ایک کوشش مولانا فضل الرحمان خلیل اور چوہدری شجاعت حسین کر رہے تھے۔ ہوسکتا ہے مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ مرحوم اس مسودے پر وہ راضی ہو جائیں، اگر ہم نے میڈیا پر یہ بات ابھی کہہ دی تو ممکن ہے وہ کوشش ناکام ہو جائے اور ذمہ داری ہم پر آ جائے اس لئے ہم فی الحال خاموش رہے۔

ہم نے نماز فجر ادا کی۔ نماز پڑھنے کے بعد ہم نے یہ دیکھا کہ آپریشن شروع ہو گیا ہے، وہ کوشش بھی ناکام ہو گئی تو فوراً سب سے پہلے مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے ''جیو'' ٹیلی ویژن پر پوری تفصیل سنا دی کہ ہمارے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس کو تبدیل کر دیا گیا اور ہماری صلح کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔ اس کے بعد میں نے بھی انٹرویو دیا اور پھر ہم نے ایسے مناظر ٹیلی ویژن پر دیکھے جو روح فرسا مناظر تھے۔ اس طرح بم مارے گئے، دھماکے ہوئے، شیلنگ ہوئی، فائرنگ کی گئی کہ شاید دشمن کی فوج پر بھی کوئی اس طرح نہ کرے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپریشن آخری حل نہیں تھا: میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اس قتل و غارت کو روکا جا سکتا تھا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جناب سوائے آپریشن کے کوئی آپشن اور حل نہیں رہا تھا، کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے اور دلائل و حقائق اور واقعات کی روشنی میں کہتا ہوں کہ آپریشن کے سوا حل تھا۔ ہم حل کے قریب پہنچ گئے تھے بلکہ مسئلہ حل ہو گیا تھا، حکومت کی مذاکراتی ٹیم نے علماء نے اور مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ نے اتفاق کر لیا تھا اور آپ بتائیے کہ جانوں کو بچانا ضروری تھا یا نہیں، کتنی جانیں گئیں۔ اپنے بھائیوں کی، مسلمانوں کی اور ان کو بچایا جا سکتا تھا، آپریشن آخری حل نہیں تھا، متبادل حل موجود تھا، بات چیت ہو رہی تھی، چلیں ڈیڈلاک آ گیا تھا ہم نے جو مسودہ بنایا تھا اس کو نہیں مانا گیا تھا تو اب طریقہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ بات چیت جاری رکھو، ایک دوسرے سے بحث کرو، یہ لفظ نہیں، یہ لفظ ہونا چاہیئے۔ یہ انداز اختیار کیا جاتا، وقت دیا جاتا، ایک دِن اور بڑھا دیتے، دو دِن اور بڑھا دیتے، کون سے قیامت آ رہی تھی، جہاں سات دِن گزر گئے تھے ایک دن اور گزر جاتا۔ یہ انداز کیسا ہے کہ صرف آدھے گھنٹے کا وقت ہے ہاں یا نہ میں جواب دو۔ آپ بتائیں کہ آدھے گھنٹے میں ہاں یا نا کا کہہ کر مصالحت کے دروازے بند کیے گئے کہ نہیں کئے گئے۔

انسانی جانیں بچانے کے لیے معافی کی مثالیں: ہم نے حکومت سے کہا کہ آپ نرمی کر لیں اور رعایت دے دیں تاکہ وہ جانیں بچ جائیں، خونریزی نہ ہو، بڑا نقصان نہ ہو اور آئندہ کے نقصان سے بھی بچ جائیں اور اس کی مثالیں پوری دنیا میں بھی موجود ہیں اور خود پاکستان میں بھی موجود ہیں کہ بڑے بڑے مجرموں، ڈاکوؤں، قاتلوں، دہشت گردوں اور باغیوں کو انسانی جانیں بچانے کے لیے رہا کیا گیا۔ صرف رہا نہیں کیا گیا بلکہ ان کو عہدے بھی دیئے گئے۔ مثال کے طور پر ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں پیپلز پارٹی کی ایک تنظیم ''الذوالفقار'' ایک جہاز اغوا کر کے کابل لے گئی۔

یہ پی آئی اے کا جہاز تھا اور اس میں 125 مسافر سوار تھے۔ ان اغوا کاروں نے مطالبہ کیا کہ پاکستان کی جیلوں میں ہمارے تین سے آدمی بند ہیں، ان کو رہا کر کے دمشق پہنچاؤ یا لیبیا، ورنہ ہم 125 آدمیوں کو گولی مار دیں گے۔ ایک سو پچیس اغوا کر کے تین سو مانگے اور وہ تین سو جو پاکستانی جیلوں میں تھے وہ سیاسی قیدی نہیں تھے کہ سیاسی مقدمے میں قید ہوں بلکہ قتل، دہشت گردی، ڈاکے اور بغاوت جیسے سنگین مقدمات تھے۔ ان تمام کے تمام تین سو قیدیوں کو مقدمے ختم کر کے جہاز میں بٹھا کر 125 کی جانیں بچانے کے لیے شام کے شہر دمشق میں پہنچایا گیا اور ایک اطلاع کے مطابق موجودہ کابینہ کے ایک دو وزیر بھی ان تین سو میں شامل تھے جو اس وقت جیل میں بند تھے۔ ان کو بھی بھیجا گیا اور یہ دو سال باہر رہے اور ان تمام کے تمام لوگوں کو ایک سو پچیس کی جان بچانے کے لیے معافی دی گئی۔ اگر اُن کو معافی دے کر ایک سو پچیس جانیں بچائی جاسکتی ہیں تو کیا عبدالرشید غازی شہیدؒ کو معافی دے کر ایک ہزار سے زائد بے گناہوں کی جانیں نہیں بچائی جاسکتی تھیں......؟

اس وقت پاکستان کے ایک صوبے کا گورنر وہ شخص ہے جس پر قتل کے مقدمے ہیں، پاکستان سے باہر گیا ہوا تھا، اس کو بلا کر نہ صرف مقدمے واپس لیے گئے بلکہ اس کو ایک صوبے کا گورنر بھی بنا دیا گیا۔ صرف معافی نہیں دی گئی بلکہ عہدہ بھی دیا گیا۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف، ان کے بھائی شہباز شریف اور اس کے خاندان کے کئی لوگ جیل میں تھے۔ مقدمہ کیا تھا، جہاز کو اغوا کرنے کا جس میں پرویز مشرف سفر کر رہے تھے کہ اس جہاز کو اغوا کرانے کا پروگرام تھا، آپ بتائیں یہ معمولی کیس ہے......؟ جہاز کے اغوا کا کیس ہے، طیارہ کیس ہے، بغاوت کا کیس ہے، جس کی سزا پھانسی بھی ہوسکتی ہے، آپ بتائیں کیا ان سب کا مقدمہ واپس لے کر معافی دے کر باہر نہیں بھیجا گیا۔

تازہ مثال دیتا ہوں۔ چیف جسٹس آف پاکستان ۱۲ مئی کو کراچی جارہے تھے۔ کراچی میں ان کے استقبال کو روکنے کے لیے وہاں کی ایک لسانی تنظیم جس کی وہاں حکومت بھی ہے، اس نے گولیاں چلائیں۔ پوری دنیا نے ٹیلی ویژن پر براہ راست دیکھا۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید کر دیئے گئے۔ ان گولی چلانے والوں میں کسی ایک کو بھی آج تک نہیں پکڑا گیا۔ کوئی انکوائری نہیں ہوئی، قاتلوں کو معافی دی گئی۔ میں نے کہا حکومت سے، وزیر اعظم اور چوہدری شجاعت حسین سے اور ذمہ داروں سے کہ مولانا عبدالرشید غازی شہیدؒ کا کیا جرم ہے؟ یہ جرم ہے کہ انہوں نے ایک لائبریری پر قبضہ کیا۔ کیا اس جرم کی وجہ سے وہ اتنے بڑے مجرم بن گئے کہ آپ ان پر گولیوں کی بارش کرنے لگے ہیں۔ آپ دیکھیں جرم کیا ہے اور سزا کیا دے رہے ہیں، اگر آپ اُن کو عام معافی دے دیں، چلو معافی کا اعلان نہ کریں خاموشی سے ان کو جانے دیں، لوگوں کی جانیں بچ جائیں گی، جانیں بچانے کے لیے ایسا کرلیں۔ آپ بتائیے ہندوستان کا جہاز اغوا ہوا، اغوا کر کے قندھار لایا گیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا مسعود اظہر اور ان کے ساتھی جو ہندوستان کی جیلوں میں بند ہیں ان کو رہا کرو ورنہ ہم ہندوستان کے جہاز کے مسافروں کو گولی ماردیں گے۔ ہندوستان کی حکومت نے اپنے چند مسافروں کی جانیں بچانے کے لیے ان قیدیوں کو جو اُن کی نظر میں خطرناک ترین قیدی تھے، چھوڑ دیا، جو لوگ جامعہ حفصہؓ میں تھے بچے بچیاں کیا یہ مسلمان نہیں، یہ پاکستانی نہیں، یہ ہمارے شہری نہیں، یقیناً حکومت کے ذمہ ان کی جانیں بچانا فرض اور ضروری تھا۔

لمحوں نے خطا کی ہے صدیوں نے سزا پائی ہے

☆......☆......☆